برصغیر میں قومی ترانے - تاریخ و اثرات

اورنگ زیب ملک*

تاریخِ انسانی زبان کی کرم نوازیوں کی مرہونِ منت ہے کہ جن سے انسان نے اپنے احساسات، خیالات اور جذبات کا اظہار سیکھا اور اسے پہلے تقریری اور پھر تحریری انداز دیا۔ اس پسِ منظر میں اگر ہم مختلف جغرافیائی خطوں میں آباد نسلوں ، اقوام اور قبائل کی تاریخ کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ پہلے پہل یہ جذبات کسی مخصوص کیفیت کے اظہار کے لیے ایک خاص آواز میں سامنے آئے پھر ان میں ایک ضبط پیدا ہوا اور مخصوص آوازیں ایک ہی قسم کے جذبات و کیفیات کا ذریعۂ اظہار بنیں۔ بعد ازاں تحریر کی صورت میں انسان کو ایک اور بیش قیمت تحفۂ خداوندی عطا ہوا اور انسان نے نثری اندازِ تحریر و تقریر کے ساتھ ساتھ نظمیہ صورت میں بھی اپنے خیالات اور جذبوں کو ظاہر کیا-انسانی معاشرے کے ایک حساس طبقہ - شعرائے کرام نے اپنی اپنی زبانوں اور بولیوں میں تہذیبی سرمائے، ثقافتی اقدار، نسلی تفاخر، عظیم قائدین کی رہنمائی، جنگجوؤں کی بہادری اور ذاتی محبت و نفرت کو شاعری میں پیش کیا۔اسی طرح کے شعری اظہار کی ایک صورت ترانہ کہلائی جو بعض اوقات تو وقتی ضروریات کے تابع رہی اور زیادہ تر یہ حب الوطنی اور جنگی ولولوں کے اظہار کی پہچان بنی۔

ترانوں کے ذریعے شعراء نے جہاں ماضی کے حوادث اور واقعات کو موضوع بنایا وہیں اس میں حال اور مستقبل کی کیفیت، لائحہ عمل اور امید کو بھی بیان کیاان ترانوں میں کسی قوم، نسل یا قبیلہ کے کارناموں کا ذکر ہوا تو ساتھ ہی ساتھ ملکی قائدین، غازیوں اور شہیدوں کی قیادت اور بہادری کو موضوع بنایا گیا۔شعراء نے اپنی تخلیقی کاوش میں کسی قوم کی

☆ ایم اے (تاریخ)، ایم اے لائبریری سائنس، لائبریرین پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

قومی صلاحیتوں ، کسی نسل کی نسلی برتری، کسی وطن کی جغرافیائی اہمیت اور خوبصورت دھرتی کے ذکر کے ساتھ ساتھ افواج کی برتری اور پرچم کے بلند لہرانے کے عزم کو بھی بیان کیا۔ یہ ترانے اپنے تمام تر شعری محاسن کے ساتھ معروف گلوکاروں کی آوازوں اور مشہور موسیقاروں کی دھنوں سے ہم آہنگ ہو کر مقبول ہوئے۔ قدیم و جدید زمانے کے تمام مقبول ترانے اس امر کا بین ثبوت پیش کرتے ہیں کہ یہ ترانے کسی خاص قوم، نسل، قبیلہ، وطن، مذہب، فوج یا ہیرو کی تعریف کی بنا پر شاعر کی مقبولیت اور شہرت کا باعث بنے یا مخالفین کی نفرت ان کے حصہ میں آئی۔ اسی طرح یہ ترانے بھی مختلف قوموں، نسلوں، قبیلوں، ملکوں میں محبت یا نفرت کی وجہ بنے اور ان کی وجہ سے کئی جغرافیائی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئیں، قومی نظریات تشکیل پائے اور آزادی کی تحریکوں میں جوش و خروش پیدا ہوا۔

برعظیم کی قدیم و جدید زبانوں میں ترانہ ایک اہم ادبی اور شعری صنف رہا ہے تاہم یہ اپنے شعری محاسن سے زیادہ ایک سیاسی ، انقلابی یا فوجی محرک کے طور پر پسند کیا گیا۔اس کی تفصیل میں جانے سے قبل یہ بتانا ضرری ہے کہ برعظیم کی مغربی سمت سے درہ خیبر اور دیبل کے راستوں سے یورپی ، وسطی ایشیائی اور ترک و عرب اقوام کا ورود انتہائی اہمیت رکھتا ہے تاہم جدید تاریخ میں برصغیر کے جنوب مشرقی حصوں سے آنے والے ولندیزیوں، فرانسیسیوں، پرتگیزیوں اور انگریزوں نے نہایت دور رس اثرات چھوڑے اور برصغیر کی تاریخ و سیاست کوایک نیا رخ دیا۔ اس دور میں جہاں مغلیہ سلطنت زوال پذیر ہوئی اور چھوٹی چھوٹی آزاد ریاستیں وجود میں آئیں۔ علی وردی خان اور سراج الدولہ کی حکومتوں کے خاتمہ کے بعد یورپی اقوام کا وجود باقاعدہ طور پر تسلیم کیا گیااور بنگال ایک ایسے صوبے کی صورت میں سامنے آیا جس میں انگریزوں نے باقاعدہ طور پر اپنا اقتدار منظم کرلیا اور انگریزوں نے ایک باقاعدہ منصوبہ کے تحت مقامی آبادی میں باہمی منافرت اور ریشہ دوانیوں کے بیج بو کر اپنے لیے پورے برعظیم پر قبضہ کے راستے کھول لیے۔ اسی دور یعنی اٹھارویں صدی کے آخری نصف میں سنیاسی تحریک اور بغاوت کواس کی بہترین مثال قرار دیا جا سکتا ہے جس کے ذریعے برعظیم کی دو اقوام ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین نفرت کی دیوار کھڑی کردی گئی۔ اس کی بہترین عکاسی بنگالی ادیب بینکم چندرا چیٹرجی کے مشہور ناول ''آنند ماٹھ'' سے ہوتی ہے

جس میں ہندوؤں کو مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت کو ختم کرنے اور انہیں جلاوطن کرنے کی ترغیب دی گئی پھر اس میں مشہور ترانہ ''وندے ماترم'' پیش کیا گیا جسے ہندو تعصب کا بہترین مرقع قرار دیا جا سکتا ہے۔ برعظیم میں ترانوں کی تاریخ میں اس ترانے کو خاص اہمیت حاصل ہے کیونکہ یہ ترانہ مسلمانوں اور ہندوؤں کی برعظیم میں سات یا آٹھ صدیوں کی رفاقت کے باوجود ہندوؤں کے اس رویے اور سوچ کا واضح آئینہ پیش کرتا ہے جو وہ مسلمانوں سے متعلق اپنائے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کی برعظیم میں آمد کو ہندو دھرم کے ذات پات پر مشتمل نظام کا شکار مظلوم شودروں نے جس طرح پذیرائی بخشی اور ان کے دین کو قبول کیا اسے ہندومت اور بالخصوص ہندو دھرم کے اعلیٰ طبقے ابھی تک بھلا نہ پائے تھے اور کالی ماتا - لکشمی دیوی اور درگا دیوی کے یہ پجاری وطن پرستی کے جوش میں مسلمانوں کو غیر ملکی اور ملیچھ قرار دے کر ملک سے باہر نکال دینا چاہتے تھے۔ وندے ماترم ایک ترانہ ہی نہیں ایک نعرہ بن کر ابھرا اور وسیع پیمانے پر فسادات کے ساتھ ساتھ تو آخرکار برعظیم کی تقسیم کا باعث بنا۔ ترانوں کی تاریخ کے مزید مطالعے سے قبل اس ترانے کا ترجمہ آگہی کے لیے پیش کیا جاتا ہے تاکہ دھرتی ماں کی پوجا کی آڑ میں تعصب کی لہر کو پہچاننے میں آسانی ہو:

''وندے ماترم''

۱- میں تیرا بندہ ہوں اے میری ماں
اچھے پانی ' اچھے پھلوں ' بھینی خنک ' جنوبی ہواؤں اور
شاداب کھیتوں والی میری ماں!

۲- حسین چاندنی سے روشن رات والی
شگفتہ پھلوں والی' گھنے درختوں والی
میٹھی ہنسی' میٹھی زبان والی
سکھ دینے والی' برکت دینے والی میری ماں!

۳- تیس کروڑ گلوں کی پرجوش آوازیں
ساٹھ کروڑ بازوؤں میں سنبھلنے والی تلواریں
کیااتنی طاقت کے ہوتے ہوئے بھی اے ماں تو کمزور ہے
تو ہی ہمارے بازوؤں کی قوت ہے میں تیرے قدم چومتا ہوں
تو دشمن کے لشکر کی غارت گر ہے میری ماں

۴- تو ہی میرا علم ہے، تو ہی میرا دھرم ہے
تو ہی میرا باطن ہے، تو ہی میرا مقصد ہے
تو ہی جسم کے اندر کی جان ہے
تو ہی بازوؤں کی طاقت ہے
دلوں کے اندر تیری ہی حقیقت ہے
تیری ہی محبوب مورتی ہے ایک ایک مندر میں

۵- تو ہی درگا دس مسلح ہاتھوں والی
تو ہی کملاہے کنول کے پھولوں کی بہار
تو ہی پانی ہے علم سے بہرہ ور کرنے والی
میں تیرا غلام ہوں ' غلام کا غلام ہوں
اچھے پانی اچھے پھلوں والی میری ماں!
میں تیرا بندہ ہوں اے مری ماں!

۶- لہلہاتے کھیتوں والی، مقدس، موہنی ' آراستہ پیراستہ
بڑی قدرت والی، قائم و دائم میری ماں
میں تیرا بندہ ہوں اے میری ماں!

''آنند ماٹھ'' ناول کا ہیرو (آنند ماٹھ) ہندو دھرم کی دیویوں لکشمی درگا اور کالی کی قسمیں کھا کر اور اپنے چیلوں کو ان کا واسطہ دے کر غیر ہندو اقوام بالخصوص مسلمانوں کے خلاف زہر بھرے کلمات سے اکساتا ہے اور دھرتی ماتا کو نقصان پہنچانے والے ان ناپاک غیر ملکی حملہ آوروں سے بدلہ لینے کی ترغیب دیتا ہے اور انہیں ہلاک کرنے ان کے گھر جلانے اور آخرکار وطن سے باہر نکال دینے کی بات کرتا ہے۔ وہ مسلمانوں کے مقدس مقامات اور مساجد کو اکھاڑ پھینکنے اور ان کی جگہ رادھا کے مندر بنانے کے لیے ہندو چیلوں کو برسرِ عام حملہ کرنے کے لیے کہتا ہے اور یہ سب کچھ کرنے کے دوران وہ انہیں کہتا ہے کہ:

''اے آنند ماٹھ کے محبّ الوطن سورماؤ - تمہارے ہونٹوں پر ہر وقت ایک ہی نعرہ ہونا چاہیے - وندے ماترم''۔

وندے ماترم کی تخلیق، تشکیل، ترویج، تشریح اور تراجم کے حوالے سے تین شخصیات بینکم چندرا چیٹر جی، رابندر ناتھ ٹیگور اور آربندر گھوش نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔ ۱۸۹۰ء میں کلکتہ میں ہونے والے انڈین نیشنل کانگریس کے چھٹے اجلاس میں ٹیگور نے اجلاس کی کاروائی کا آغاز ''وندے ماترم'' کے ترانہ سے کیا۔ ۱۹۰۵ء میں حکومت بنگال نے وندے ماترم پڑھنے پر پابندی لگائی تو ٹیگور نے زبردست احتجاج کیا۔ آربندر گھوش نے، جو کہ وندے ماترم کا زبردست حامی اور خفیہ سرگرمیوں میں ملوث ہو کر مسلمان دشمن آرٹیکل لکھتا تھا۔ نے بھی وندے ماترم کو مسلمانوں کے خلاف ایک اشتعال انگیز نعرے کے طور پر استعمال کیا۔ وہ وندے ماترم نامی ایک جریدہ کا مدیر بھی رہا۔ بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں کانگریسی حکومتوں نے برسرِ اقتدار آ کر اس ترانہ کو سرکاری و غیر سرکاری سکولوں میں تمام طلباء کے لیے پڑھنا لازمی قرار دیا۔ اسمبلیوں کے اجلاس کی کاروائی وندے ماترم سے شروع ہوتی تھی۔ اور مسلم و دیگر اقلیتی ممبران کو اس کے احترام میں کھڑا ہونے اور گانے پر مجبور کیا گیا جس پر مسلمان حلقوں اور بالخصوص مسلم لیگ اور قائدِ اعظم نے زبردست احتجاج کیا۔ یاد رہے کہ اس سے قبل ہندوستان کے اکثر سکولوں میں اسمبلی کے وقت علامہ اقبال کی ابتدائی شاعری کا یہ ترانہ گایا جاتا رہا۔

"ترانۂ ہندی"

سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا — ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا
غربت میں ہوں اگر ہم رہتا ہے دل وطن میں — سمجھو وہیں ہمیں بھی، دل ہو جہاں ہمارا
پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسماں کا — وہ سنتری ہمارا وہ پاسباں ہمارا
گودی میں کھیلتی ہیں اس کی ہزاروں ندیاں — گلشن ہے جن کے دم سے رشکِ جناں ہمارا
اے آبِ رودِ گنگا وہ دن ہیں یاد تجھ کو؟ — اترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا
مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا — ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا
یونان و مصر و روما سب مٹ گئے جہاں سے — اب تک مگر ہے باقی نام و نشاں ہمارا
کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری — صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا
اقبال! کوئی محرم اپنا نہیں جہاں میں — معلوم کیا کسی کو دردِ نہاں ہمارا

اسی دور کے ایک اور ہندو شاعر سبرامنیم بھارتی نے بنکم چندرا چیٹرجی کے تعصب سے متاثر ہو کر تامل زبان میں اپنی شاعری کو وندے ماترم کے رنگ میں پیش کر کے خاص مقبولیت حاصل کی۔ بھارتی کے تامل زبان میں ترانوں کے چند نمونوں کے تراجم پیش کیے جاتے ہیں یہ اشعار اور نثری نظم بھی ترانوں کی صورت ہندوؤں میں مقبول ہوئی۔

۱- جیت ہماری ہو گی یا ہار یا موت
ہم متحد رہیں گے اور یہ آواز اٹھائیں گے

وندے ماترم

۲- تم اے کمزور درندو، چلے جاؤ یہاں سے
تم اے بزدلو، چلے جاؤ یہاں سے

تم جن کے چہرے ہمیشہ اترے رہتے ہیں' چلے جاؤ یہاں سے
تم جن کی آنکھیں بصارت سے عاری ہیں' چلے جاؤیہاں سے

۳- جب ماں آریا کے اطراف
لپٹی ہوئی تازہ بیل
سوکھنے لگی۔ وندے ماترم نے اس پر
پانی برسایا اور نئی تازگی بخشی
وندے ماترم ایک منتر ہے
جس کے پڑھنے سے بھارت ماتا
کا درجہ بلند ہو جاتا ہے
جب میرے جنم بھوم کو چاروں طرف
سے اندھیرا گھیرنے لگا
جب اس کے علم و فضل پر آنچ آئی
وندے ماترم آیا
ایک نئے سورج کی طرح خلیج بنگال کی گود سے اٹھ کر
امر رہے یہ منتر' میری جنم بھومی بھارت کو
نئی زندگی دینے والا
وندے ماترم

انہی ترانوں کے زیر اثر ہندوؤں نے وندے ماترم کا نعرہ "عبادت سمجھ کر مسلمانوں کا شکار کرو" کے لیئے استعمال کیا۔ جس پر قائدِ اعظم نے کانگریس کے لیڈر نہرو کو ایک خط کے ذریعے مسلمانوں کے شدید احتجاج سے آگاہ کرتے ہوے مداخلت کرنے کے لیے کہا۔ نہرو نے اس کی توجیہ اس طرح پیش کی کہ کانگریس نے "وندے ماترم" کو سرکاری سطح پر قومی ترانے کے طور پر اپنانے کا کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ نیز ایسے ترانے نہ تو مرتب کیے جاتے ہیں نہ ہی نافذ کیے جاتے ہیں بلکہ یہ تو دلوں سے پھوٹتے ہیں اور عوامی جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ نہرو

اور کانگریس نے وندے ماترم کے خلاف مسلمانوں کے احتجاج کو یہ کہہ کر مسترد کرنے کی کوشش کی کہ یہ صرف چند مسلمان دانشوروں کی باتیں ہیں عام غریب مسلمانوں کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ جواہر لعل نہرو نے اسے جذبہ حب الوطنی سے بھرپور ترانہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس کے صرف پہلے دو بند ترانے کے طور پر گائے جاتے ہیں جن میں کسی قسم کی منافرت نہیں ہے۔

اسی دور میں نوبل انعام یافتہ رابندر ناتھ ٹیگور نے درج ذیل ترانہ لکھا جسے بعد ازاں اپریل ۱۹۷۱ء میں بنگلہ دیش کی عبوری حکومت نے کلکتہ میں بنگلہ دیش کا قومی ترانہ قرار دیا اور بعد ازاں ۱۳ جنوری ۱۹۷۲ء کو قومی اسمبلی نے اسے سرکاری طور پر منظور کیا۔ ہندوستان کے زیر اثر قائم ہونے والی حکومت نے مسلمان بنگالی شاعر قاضی نذر الاسلام کے کئی مقبول ترانوں کو اہمیت نہ دیتے ہوئے یہ ترانہ نافذ کر دیا۔

اے میرے سنہرے بنگال
میں تجھ سے محبت کرتا ہوں
اے میری دھرتی ماں
تیرے آسمان اور فضائیں ہمیشہ
مجھے دل سے تیرے نغمے گانے پر اکساتے ہیں

اے میری دھرتی ماں
پھاگن کے مہینہ میں
منگروز کے درختوں کی خوشبو
مجھے وجد آمیز ترنم عطا کرتی ہے

اے دھرتی ماں
ماگھر(Aghrayan) کے مہینہ میں
ترے مکئی کے کھیت

کیا خوبصورت منظر پیش کرتے ہیں
تو کتنی خوبصورت - تیرے مناظر کتنے پیارے
تیری محبت کیا کہنے اے دھرتی ماں

اے ماں دریاؤں کے کناروں پر
بنینBanyan کے درختوں کے سایہ میں
تیرا دامن کتنا وسیع ہے اے ماں
تیرے الفاظ میرے کانوں میں رس گھولتے ہیں
ترنم آمیز وجد لاتے ہیں اے ماں

اے ماں تیرا چہرہ اداس ہو کر مرجھائے
تو میرے رخسار آنسوؤں سے تر ہو جاتے ہیں

ٹیگور کے ترانوں کا اثر پورے ہندوستان پر پڑا اور تقسیم ہند کے بعد بھی غیر ہندو اقلیتوں کے تاثرات کو مدنظر رکھتے ہوئے جواہر لعل نہرو نے وندے ماترم کی بجائے ٹیگور کے ایک اور ترانہ "جن گن من" کو ہندوستان کا قومی ترانہ قرار دیا یاد رہے کہ پانچ بندوں پر مشتمل - یہ ترانہ بھارت کو جمہوریہ قرار دیے جانے سے دو دن قبل ۲۴ جنوری ۱۹۵۰ء کو آئین ساز اسمبلی نے منظور کیا اور اب اس کا صرف پہلا بند گایا جاتا ہے جس کی دھن بھی رابندر ناتھ ٹیگور نے ترتیب دی۔

جَن گَن مَن
تو ہی ہمارے ذہنوں کا مال ہے
تو ہی بھارت کے مقدر کا مسیحا ہے
تیرا نام ہی پنجاب سندھ
گجرات، مراٹھا، دراوڑ، اتکل
بنگ، وندھیہ، ہماچل، یمنا

گنگا ' اچھل ' جلدھی کے دلوں

اور لہروں میں تو ہی بسا ہوا ہے

ہم سب تیرے ہی گن گاتے ہیں

تیرا ہی شکر ادا کرتے ہیں

تو ہی بھارت کے مقدر کا مسیحا ہے

تجھے کامیابی ملے

ٹیگور کے ترانوں سے متاثر ہو کر سری لنکا کے ایک شاعر آنندا سمارا کون نے ایک ترانہ تخلیق کیا جو "سری لنکا ماتھا" کے نام سے مشہور ہوا اور سری لنکا نے آزادی کے بعد اس ترانہ کو ملک کے قومی ترانے کا درجہ دیا۔

اے مادرِ وطن لنکا ہم تیری پوجا کرتے ہیں

اے باوقار اور محبت بھری سرزمین تجھے بہت خوشحالی ملے

تیرے کھیت مکئی سے بھرے ہیں

شیریں پھلوں اور معطر خوبصورت پھولوں والے ہیں

تو ہمیں زندگی کا ہر سامان مہیا کرتی ہے ہم تیری پوجا کرتے ہیں

اے مادر وطن ہمارے اس نذرانہ عقیدت کو قبول فرما

تو نے ہمیں علم و حقیقت سے روشناس کرایا

تو نے طاقت و یقین کامل سے ہماری روح کو منور کیا

ہمیں شعور زندگی اور آزادی سے ہمکنار کیا

اب ہمیں غلامی سے آزادی کی جانب ہمیشہ کے لیے گامزن کر

ہمیں عقلِ نو - دانش اور قوت عطا کر

غلط عزائم ' نفرت' فساد سب ختم ہو

محبت بھری قوم متحد ہو کر آگے بڑھے

اے مادرِ وطن سری لنکا

مکمل آزادی کی طرف ہماری راہنمائی فرما

انیسویں صدی کے اواخر میں جہاں جنوبی ہندوستان بنگال اور سری لنکا میں قومیت پرستی کی ایک لہر کے زیر اثر ٹیگور کے ترانے مقبول ہوئے وہیں شمالی ہندوستان میں نیپال کی آزاد ریاست میں ۱۸۹۹ء میں چکرا پانی چالسی کی شاعری اور بخت بیر بدھا پرتی کی دھن میں مہاراجہ دھیراجہ کے لیے ایک قومی ترانہ اپنایا گیا۔

اے میرے پرشکوہ ' تاجدار بہادر شاہ
اے میرے شجاع نیپالی بھائیو
شری پنش مہاراجہ دھیراجا ہمارے پرشکوہ بادشاہ ہیں
وہ سدا سلامت رہیں
ان کی رعایا خوشحال ہو
اور ہر نیپالی خوشی سے یہ نغمہ گاتا رہے

جنوبی ہندوستان میں نیپال کی ہمسایہ ریاست بھوٹان میں ایک نامعلوم شاعر کا لکھا یہ ترانہ بھی اس دور میں خاص مقبول رہا اور بعد ازاں اسے بھوٹان کا قومی ترانہ قرار دیا گیا۔

اژدھے کی پھنکار والی ریاست
جو صندل کے جنگلات سے سجی ہوئی ہے
اس کا محافظ دہرے نام کی تعلیمات کی صفائی کرتا ہے
یہ ہمارا عظیم اور باوقار حکمران
ہماری سلطنت کو وسعت دیتا ہے
اور وہ دائمی ثابت قدمی کے ساتھ
بدھا کے نظریات کی تبلیغ کرتا ہے
امن اور خوشیوں کا سورج
ہمیشہ اس کے عوام پر چمکتا رہے

انیسویں صدی کے اوائل میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین بڑھتے فاصلوں اور آزادی کے لیے ان کے علیحدہ نظریات نے ایک اور رخ اختیار کیا اور ہندو مسلم اتحاد کے

داعی سر سید احمد خان - قائدِاعظم محمد علی جناح اور علامہ اقبال نے مسلمانوں کی الگ شناخت الگ قومیت اور الگ ریاست کی جانب پیش قدمی کی۔ سر سید احمد خان نے ہندی اردو تنازعہ کے بعد مسلمانوں کے لیے دو قومی نظریہ پیش کیا۔ علامہ اقبال نے ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستان ہمارا جیسے نغموں اور اپنی وطن پرستی سے اختلاف کرتے ہوئے اسے ایک نیا مفہوم دیا۔ ان کے بقول وطنیت دراصل:

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

انہوں نے ترانۂ ہندی کے مقابلہ میں اب ترانۂ ملی پیش کیا:

ترانۂ ملّی

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا
توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا
تیغوں کے سایوں میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا
مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا
باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا
اے گلستان اندلس وہ دن ہیں یاد تجھ کو
تھا تیری ڈالیوں پر جب آشیاں ہمارا
اے موجِ دجلہ تو بھی پہچانتی ہے ہم کو
اب تک تیرا ہے دریا افسانہ خواں ہمارا
اے ارضِ پاک تیری حرمت پہ کٹ مرے ہم
ہے خوں تیری رگوں میں اب تک رواں ہمارا
سالارِ کارواں ہے میر حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا
اقبال کا ترانہ بانگِ درا ہے گویا
ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

آزادیٔ برصغیر کی تحریک دراصل اب آزادی ہندو پاکستان کی تحریک بن گئی تھی اور قائدِ اعظم کی قیادت میں مسلمان متحد ہو رہے تھے۔ نیز مسلم لیگ کا مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہونے کا دعویٰ سچ ثابت ہو رہا تھا۔ اس دور میں ممتاز مسلم لیگی میاں بشیر احمد کی لکھی نظم "ملت کا پاسباں ہے - محمد علی جناح" کو ایک مقبول عام ترانہ کی حیثیت حاصل ہوئی۔ یہ مسلم لیگ کے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کے اجلاس میں پڑھی گئی اور شہرت دوام حاصل کر گئی۔ افضل ہاپوڑوی کا ترانہ "مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ" خاصا مقبول ہوا۔ اسی طرح ایک اور ترانہ:

بٹ کے رہے گا ہندوستان
لے کے رہیں گے پاکستان

نعرے کی صورت میں پورے ہندوستان میں مسلمانوں کی آواز بن گیا۔ یہ در اصل کیف بنارسی کی نظم "شعلۂ آزادی" تھی جو تحریک پاکستان کا مقبول ترانہ بن گئی۔ اور بالآخر دنیا کے نقشے پر مسلم ریاست پاکستان کا وجود عمل میں آیا۔ قیام پاکستان سے قبل اسرار الحق مجاز نے پاکستان کا ملی ترانہ کے عنوان سے ایک نظم لکھی جو کئی جلسوں میں ترانے کی صورت میں پڑھی گئی قیام پاکستان کے بعد شاعر پاکستان حفیظ جالندھری کا لکھا ہوا قومی ترانہ پاکستان کی شناخت بنا اور انہیں پاکستان کے علاوہ آزاد کشمیر کا قومی ترانہ لکھنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔

آزادی کے بعد پاکستان میں جنگی ترانوں کو خاصی مقبولیت حاصل ہوئی اور ۱۹۶۵ء و ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگوں میں ان ترانوں سے پاک فوج کو ایک نیا ولولہ اور حوصلہ عطا ہوا۔ ان ترانوں میں:

ساتھیو - مجاہدو جاگ اٹھا ہے سارا وطن

ایہہ پتر ہٹاں تے نئیں وکدے (پنجابی)

دھر رگڑا انہاں نوں دیو رگڑا (پنجابی)

خاصے مقبول رہے لیکن ان کی عمومی حیثیت ایک جنگی ترانہ کے طور پر متعین کی جا سکتی ہے۔

مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ
باطل سے نہ ڈر تیرا ہے خدا　　پردے سے نکل کر سامنے آ
ایمان کی قوت دِل میں بڑھا　　مرکز سے سرک کر دور نہ جا
مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ
بول دنیا جہاں میں بالا کر　　توحید کا نام اچھالا کر
ے نور کے سانچے میں ڈھالا کر　　گھر دین کا حق سے اجالا کر
مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ
مفتی ہو کوئی یا مولانا　　مرکز پہ پلٹ کر ہے آنا
تسبیح سے گر گیا جو دانہ　　غم اس کا نہ کر گر ہے دانا
مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ

برِصغیر کے مسلم عوام کی تحریک آزادی کو ایک واضح سمت قرار داد لاہور نے عطا کی تو کیف بنارسی کی یہ نظم بنیادی منشور ' انتخابی نعرہ اور قومی ترانہ کا درجہ حاصل کر گئی.

"شعلۂ آزادی"

چشم روشن پاکستان　　دل کی دھڑکن پاکستان
صحرا صحرا اس کی دھوم　　گلشن گلشن پاکستان
اپنی ہستی کا حاصل　　اپنا مامن پاکستان

لے کے رہیں گے پاکستان
بٹ کے رہے گا ہندوستان
منزل کو سر کرنا ہے　　مشکل سے کیا ڈرنا ہے
آزادی کے شعلہ کو　　دل میں روشن کرنا ہے
پاکستان کی الفت میں　　اپنا جینا مرنا ہے
لے کے رہیں گے پاکستان
بٹ کے رہے گا ہندوستان
کس نے شب خوں مارا ہے　　شیروں کو للکارا ہے
بچہ بچہ مومن کا　　شعلہ ہے انگارہ ہے
قوم کی خاطر مر جائیں　　بس یہ قومی نعرہ ہے
لے کے رہیں گے پاکستان
بٹ کے رہے گا ہندوستان
ہند کے سارے صوبوں میں　　اسلامی لشکر تیار
کثرت ہے دشمن کی فوج　　وحدت ہے اپنی تلوار
نام خدا کا لیتے ہیں　　ہو جائے گا بیڑا پار
لے کے رہیں گے پاکستان
بٹ کے رہے گا ہندوستان

قیام پاکستان سے تین سال قبل مشہور اردو شاعر اسرار الحق مجاز نے ''پاکستان کا ملی ترانہ'' کے نام سے یہ نظم لکھی جو کہ ان کے مجموعہ کلام ''شب تاب'' میں شامل ہے۔

آزادی کی دھن میں کس نے ہمیں للکارا
خیبر کے گردوں پہ چمکا ایک ہلال ایک تارا
سبز ہلالی پرچم لے کر نکلا لشکر سارا
پربت کے سینے سے پھوٹا کیسا سرکش دھارا
سرمایہ کا سوکھا جنگل اسی میں سرخ شرارا

پاکستان ہمارا پاکستان ہمارا

پاکستان ہمارا

سو انجیلوں پر ہے بھاری اک قرآں ہمارا

روک سکا ہے کوئی دشمن کب طوفاں ہمارا

ہر ترک اپنا ہر حر اپنا ہر افغاں ہمارا

ہم سب پاکستان کے غازی پاکستان ہمارا

پاکستان ہمارا پاکستان ہمارا

پاکستان ہمارا

یوں برصغیر کے مسلمانوں کو اپنا وطن' ایک آزاد وطن پاکستان نصیب ہوا۔ قیام پاکستان کی تقریب میں وقتی طور پر ایک دھن بجا کر قومی ترانہ کا کام چلایا گیا۔ اور بعد ازاں قومی ترانہ کے انتخاب کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے اے جی چھاگلہ کی تیار کردہ دھن کو قومی تقریبات میں قومی ترانہ کے طور پر بجانے کی منظوری دی بعد ازاں ۱۹۵۴ء میں قیام پاکستان کے سات سال بعد حفیظ جالندھری کے لکھے ترانہ کو ایک انتخاب کے بعد منظور کر کے قومی ترانہ کا درجہ دیا گیا۔

پاک سرزمین شادباد کشورِ حسین شادباد

تونشان عزم عالی شان ارض پاکستان

مرکز یقین شادباد

پاک سرزمین کا نظام قوت اخوت عوام

قوم ملک سلطنت پائندہ تابندہ باد

شاد باد منزل مراد

پرچم ستارہ و ہلال رہبر ترقی و کمال

ترجمان ماضی شان حال جان استقبال

سایۂ خدائے ذوالجلال

قیام پاکستان کے فوراً بعد تحریکِ آزادیٔ کشمیر نے زور پکڑا اور کشمیری عوام وادی جموں و کشمیر کا ایک خطہ "آزاد کشمیر" بھارتی تسلط سے آزاد کرانے میں کامیاب ہوئے تو پاکستان کے قومی ترانہ کے خالق حفیظ جالندھری مرحوم نے آزاد کشمیر کی حکومت اور عوام کے لیے بھی ایک قومی ترانہ لکھا جو آج بھی مجاہدین آزادی کے لیے ولولہ کا باعث ہے۔

وطن ہمارا آزاد کشمیر، آزاد کشمیر

باغوں اور بہاروں والا　　دریاؤں کہساروں والا
آسماں ہے جس کا پرچم　　پرچم چاند ستاروں والا
جنت کے نظاروں والا　　جموں اور کشمیر ہمارا
وطن ہمارا آزاد کشمیر، آزاد کشمیر

کوہستانوں کی آبادی　　پہن چکی تاج آزادی
عزت کے پروانے جاگے　　آزادی کی شمع جلادی
تم بھی اٹھو اہل وادی　　حامی ہے اللہ تمہارا
وطن ہمارا آزاد کشمیر، آزاد کشمیر

زر کے لالچ سے اور شیطاں　　کیوں بیچیں ہم دین و ایماں
پاکستان کے ساتھ کھڑے ہیں　　عزت حرمت، حکم قرآن
جاں بھی قرباں مال بھی قرباں　　مال سے پیارا جان سے پیارا
وطن ہمارا آزاد کشمیر، آزاد کشمیر

برصغیر کی آزادی کے بعد بھی نو آزاد دونوں مملکتیں ہندوستان اور پاکستان ماضی کی تلخیوں - تحریک آزادی کے دوران وقوع پذیر ہونے والے جانی و مالی نقصانات - باہمی سرحدی جھگڑوں وغیرہ کے ساتھ نئے مسائل اور مستقبل کے خدشات کا سامنا کرتی رہی ہیں اور ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگیں بھی حکومتی اور عوامی جذبات کا واضح اظہار ثابت ہوئیں۔ ان مواقع پر پاکستان میں علاقائی زبانوں میں مختلف ترانوں کے علاوہ جو دو ترانے سدا بہار مقبولیت

کے حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے وہ یہ ہیں:

- ساتھیو ' مجاہدو جاگ اٹھا ہے سارا وطن

- سوہنی دھرتی اللہ رکھے قدم قدم آباد

ان کے علاوہ لاتعداد ترانے جن کی عمومی حیثیت ایک جنگی ترانے کی ہے شہرت اور مقبولیت حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔

برصغیر سے قریب تین جغرافیائی تعلق' علاقائی اہمیت - سارک تنظیم کے ممبر اور ایک اسلامی ملک ہونے کے حوالہ سے اس مضمون میں مالدیپ کے ترانہ کا ذکر بے جا نہ ہو گا۔ مالدیپ کی آزادی پر ۱۹۷۲ء میں مالدیپ کے ایک شاعر ڈبلیو-ڈی-امرادیوا کی یہ تخلیق محمد جمیل دیدی کی موسیقی میں قومی ترانہ قرار دی گئی۔

ہم تیرے قومی اتحاد کو سلام پیش کرتے ہیں

اپنی قومی زباں میں تمامتر نیک خواہشات کے ساتھ تجھے سلام پیش کرتے ہیں

تیرے قومی نشاں کے سامنے احتراماً سر تسلیم خم کرتے ہیں

تیرے عالی شان و عظیم پرچم کو سلام پیش کرتے ہیں

یہ ہماری قسمت' کامیابی اور فتح کا اظہار ہے

ہم اس کے سبز سرخ اور سفید اکٹھے رنگوں کو سلام پیش کرتے ہیں

اس مضمون میں برصغیر کے ممالک سے قدرے وسیع تناظر کی علاقائی تنظیم سارک کے تمام ممالک میں سیاسی تحاریک اور اقوام کے ترانوں کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے تاہم یہ موضوع اس تحقیق کا متقاضی ہے کہ یہاں کے مذہبی' سماجی' سیاسی ' لسانی ' نسلی اور قومی گروہوں کے جذبات اور ترانوں کے مابین تعلق کو مزید تفصیل سے سامنے لایا جائے تاکہ ان کے اثرات اور دور رس نتائج کا بغور مطالعہ کیا جا سکے۔

☆☆☆